مولانا مودودیؒ بطور ماہر قانون

محمد اسلم سلیمی ○

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بیسویں صدی کی ایک نابغۂ روز گار شخصیت تھے۔ انھوں نے اسلام کے مکمل نظام حیات کو مضبوط عقلی دلائل کے ساتھ جدید دور کی زبان میں اس طرح پیش کیا ہے کہ ان کی تقریر اور تحریر سے پوری انسانی زندگی کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کا جامع علم حاصل ہوجاتا ہے۔ انھوں نے مغربی تہذیب کی چکاچوند سے مرعوب ہوئے بغیر اس پر مؤثر تنقید کی اور پوری یکسوئی کے ساتھ دورِ حاضر کے تمام فتنوں کا بڑی مہارت کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسلام کے نظام زندگی کی برتری اور فوقیت کو واضح کیا۔ انھوں نے اسلامی نظام کی صرف نظری وضاحت ہی نہیں کی بلکہ یہ بھی سمجھایا کہ اس نظامِ رحمت و برکت کو آج کے جدید دور میں کس طرح بالفعل قائم کیا جاسکتا ہے اور ایک جدید ریاست کے تمام اداروں کو کس طرح اسلامی سانچوں میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ مزید برآں انھوں نے اسلامی نظام کو برپا کرنے کے لیے ایک جماعت بھی قائم کی تھی۔

اسلامی ریاست کے تصور کے تمام پہلوؤں اور اس کے عملی نظام کار کی وضاحت وتشریح کا کام انھوں نے جس اعتماد، یقین، مہارت اور بالغ نظری سے انجام دیا، بیسویں صدی میں اس کی کوئی اور مثال اسلامی دنیا میں نہیں ملتی۔ انھوں نے دورِ جدید کے جملہ تقاضوں کے پیش نظر ایک اسلامی ریاست کا مکمل نقشہ پوری تفصیل کے ساتھ اور اپنی اجتہادی بصیرت اور خداداد قابلیت اور صلاحیت سے پیش کیا ہے۔ اسلام کے اصول حکمرانی، اسلامی ریاست کے قیام کا نقشہ، اس میں اسلامی قوانین کے نفاذ، اسلامی قانون کے مآخذ اور کیا جدید دور میں اسلامی قوانین قابلِ نفاذ ہیں؟

○ قیم جماعت اسلامی پاکستان (۱۹۸۷ء-۱۹۹۲ء)

ان سب امور کی توضیح وتشریح انھوں نے اپنی مختلف تقاریر، مضامین اور مقالات میں اس قدر شرح و بسط کے ساتھ کردی ہے کہ میری نظر میں یہی ان کا امتیازی کارنامہ ہے۔ اگرچہ تفسیر قرآن، حدیث کی تشریح اور وضاحت، سنت کی حجیت اور فقہ کی تدوین جدید کے سلسلے میں ان کے کارہائے نمایاں کی اہمیت بھی کچھ کم نہیں ہے، تاہم میں اس مضمون میں مولانا مودودیؒ کا تذکرہ بطور ایک ماہر قانون اسلامی کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں اپنی یادداشتوں اور ریکارڈ کی بنیاد پر چند معلومات پیش ہیں۔

● **مولانا مودودی کے دو خطابات:** قیامِ پاکستان کے چند ماہ بعد جب مولانا مودودیؒ مطالبہ نظامِ اسلامی لے کر اٹھے تھے تو جامعہ پنجاب کے اس وقت کے وائس چانسلر ڈاکٹر عمر حیات ملک نے انھیں یونی ورسٹی لا کالج میں اسلامی قانون کے حوالہ سے لیکچر دینے کی دعوت دی تھی۔ ان کی دعوت پر مولانا مودودیؒ نے ۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامی قانون کے موضوع پر ایک مفصل لیکچر دیا تھا۔ جس میں اسلامی قانون کی حقیقت، اس کی روح، اس کا مقصد اور اس کے بنیادی اصول بڑی وضاحت سے بیان کیے تھے۔ اس کے بعد ۱۹ فروری ۱۹۴۸ء کو پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ کس طرح ہوسکتا ہے، کے موضوع پر یونی ورسٹی لا کالج لاہور میں ایک اور لیکچر میں اسلامی قانون کے نفاذ میں تدریج کا اصول، عہد نبوی کی مثال اور نفاذ کا صحیح طریق کار بیان کیا تھا۔ (ڈاکٹر عمر حیات ملک ۱۹۳۹ء سے مولانا مودودیؒ کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھتے تھے جب وہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے اور مولانا مودودیؒ وہاں اسلامیات پڑھایا کرتے تھے)۔

● **اسلامی قانون سازی پر بیش قیمت مقالہ:** حکومت پاکستان اور پنجاب یونی ورسٹی نے مشترکہ طور پر ۶ تا ۱۶ جمادی الثانیہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۵۷ء تا ۸ جنوری ۱۹۵۸ء 'الندوہ العالمیہ للاسلامیات' منعقد کرایا تھا جس میں دنیائے اسلام کے نامور مفکرین، ممتاز علما و مشائخ، سابق وزراء اور اساتذہ کرام کے علاوہ یورپ اور امریکا سمیت کل ۳۳ ممالک کے بعض ممتاز اسکالروں اور مشہور مستشرقین کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ مولانا مودودیؒ کو بھی ۱۶ رکنی انٹرنیشنل کلوکیم کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی نے اس کلوکیم کے موضوعات طے کیے تھے اور اس کی پوری منصوبہ بندی کی تھی۔

میں ان دنوں قصور شہر میں وکالت کر رہا تھا۔ میں نے اس کے بعض اجلاسوں میں حاضر ہوکر

عالم اسلام کے بعض نامور اسکالروں کے بلند پایہ خطابات اور مقالات سے استفادہ کیا تھا۔ خاص طور پر مولانا مودودیؒ کے پیش کردہ مقالہ کو بڑے غور سے سنا اور پلے باندھ لیا بلکہ عربی محاورے کے مطابق دانتوں سے پکڑ لیا تھا۔

دنیا بھر کے فاضل اسکالروں کی اس مجلس مذاکرہ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ۳ جنوری ۱۹۵۸ء کو'اسلام میں قانون سازی کا دائرۂ عمل اور اس میں اجتہاد کا مقام' کے عنوان سے ایک بیش قیمت مقالہ پیش کیا جو بہت پسند کیا گیا، خاص طور پر عرب ممالک سے آئے ہوئے ممتاز علما و مشائخ نے بہت داد دی۔ مولانا مودودیؒ کے مقالے کا عربی اور انگریزی ترجمہ پہلے سے تیار کرلیا گیا تھا اور وہ غیرملکی اسکالروں میں تقسیم کردیا گیا تھا۔

● **تمہید**: اس مقالے کی تمہید میں مولانا مودودیؒ نے اللہ کی حاکمیت کی تشریح کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، خاص طور پر عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت کی۔ اسلام میں قانون سازی کے دائرۂ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ اسلام انسانی قانون سازی کے عمل کو خدائی قانون یعنی قرآن و سنت کی بالاتری سے محدود کرتا ہے۔ اس بالاتر قانون کے تحت اور اس کے قائم کیے ہوئے حدود کے اندر انسانی قانون سازی کے دائرۂ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے تعبیر احکام شریعت، قیاس اور استنباط کے اصولوں کی تشریح کی اور اس کے بعد آزادانہ قانون سازی کے دائرے کے بارے میں فرمایا کہ انسانی زندگی کے جن معاملات میں قرآن وسنت کے واضح اور قطعی احکام موجود ہیں، ان میں تو کوئی فقیہ، کوئی قاضی، کوئی قانون ساز ادارہ، شریعت کے دیئے ہوئے حکم یا اس کے مقرر کردہ قاعدے کو نہیں بدل سکتا۔ البتہ ان کے علاوہ ایک بہت بڑی قسم ان معاملات کی ہے جن کے بارے میں شریعت بالکل خاموش ہے۔ وہ نہ تو براہِ راست ان کے متعلق کوئی حکم دیتی ہے اور نہ ان سے ملتے جلتے معاملات ہی کے متعلق کوئی ہدایت اس میں ملتی ہے کہ ان کو اس پر قیاس کیا جاسکے۔ یہ خاموشی خود اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم اعلیٰ ان میں انسان کو خود اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کا حق دے رہا ہے۔ اس لیے آزادانہ قانون سازی اس دائرے کے اندر کی جاسکتی ہے، مگر یہ قانون سازی ایسی ہونی چاہیے، جو اسلام کی روح اور اس کے اصول عامہ سے مطابقت رکھتی ہو، جس کا مزاج اسلام کے مجموعی مزاج

سے مختلف نہ ہو اور جو اسلامی زندگی کے پورے نظام میں ٹھیک ٹھیک نصب ہو سکتی ہو۔

● **اجتہاد کی تعریف**: اس کے بعد اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ قانون سازی کا یہ سارا عمل، جو اسلام کے قانونی نظام کو متحرک بناتا اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ اس کو نشوونما دیتا چلا جاتا ہے، ایک خاص علمی تحقیق اور عقلی کاوش ہی کے ذریعے سے انجام پا سکتا ہے اور اسی کا نام اسلامی اصطلاح میں اجتہاد ہے۔ اس کے لغوی معنی تو ہیں کسی کام کی انجام دہی میں انتہائی کوشش صرف کرنا، مگر اصطلاحاً اس سے مراد ہے ''یہ معلوم کرنے کی انتہائی کوشش کہ مسئلہ زیر بحث میں اسلام کا حکم یا اس کا منشاء کیا ہے''۔

مولانا نے مزید فرمایا کہ بعض لوگ غلطی سے اجتہاد کو بالکل آزادانہ استعمالِ رائے کے معنوں میں لے لیتے ہیں۔ لیکن کوئی ایسا شخص جو اسلامی قانون کی نوعیت سے واقف ہو، اس غلط فہمی میں نہیں پڑ سکتا کہ اس طرح کے ایک قانونی نظام میں کسی آزاد اجتہاد کی بھی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے۔ یہاں تو اصل قانون قرآن وسنت ہے۔ جو قانون سازی انسان کر سکتے ہیں، وہ لازماً یا تو اس اصل قانون سے ماخوذ ہونی چاہیے یا پھر ان حدود کے اندر ہونی چاہیے، جن میں وہ استعمالِ رائے کی آزادی دیتا ہے۔ اس سے بے نیاز ہو کر جو اجتہاد کیا جائے، وہ نہ اسلامی اجتہاد ہے اور نہ اسلام کے قانونی نظام میں اس کے لیے کوئی جگہ ہے۔

● **مجتہد کے لیے ضروری اوصاف**: اس کے بعد مولانا مودودیؒ نے اجتہاد کرنے والے شخص کے لیے مجتہد کے ضروری اوصاف بیان کیے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے:

انھوں نے بتایا کہ کوئی صحت مندانہ اجتہاد اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہمارے قانون سازوں میں حسب ذیل اوصاف موجود ہوں:

۱- شریعت پر پختہ ایمان، اس کے برحق ہونے کا یقین، اس کے اتباع کا مخلصانہ ارادہ، اس سے آزاد ہونے کی خواہش کا معدوم ہونا اور قانون کے مقاصد، اصول اور اقدار کسی دوسرے ماخذ سے لینے کے بجائے صرف خدا کی شریعت سے لینا۔

۲- عربی زبان اور اس کے قواعد اور ادب سے اچھی واقفیت۔

۳- قرآن وسنت کا گہرا علم جس سے آدمی شریعت کے کلیات اور اس کے مقاصد کو بھی اچھی

طرح سمجھ لے۔

۴- پچھلے اَدوار کے مجتہدینِ امت کے کام سے واقفیت۔ قانونی ارتقا کے تسلسل کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

۵- عملی زندگی کے حالات ومسائل سے واقفیت، کیونکہ انھی پر شریعت کے احکام اور اصول وقواعد کو منطبق کرنا ہے۔

۶- اسلامی معیارِ اخلاق کے لحاظ سے عمدہ سیرت و کردار، کیونکہ اس کے بغیر کسی اجتہاد پر لوگوں کا اعتماد نہیں ہوسکتا اور نہ اس قانون کے لیے عوام میں کوئی جذبۂ احترام پیدا ہوسکتا ہے، جو غیر صالح لوگوں کے اجتہاد سے بنا ہو۔

مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ ان اوصاف کے بیان سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ اجتہاد کے ذریعے سے اسلامی قانون کا نشوونما اگر صحیح خطوط پر ہوسکتا ہے تو صرف اسی صورت میں، جب کہ قانونی تعلیم وتربیت کا نظام ایسے اوصاف کے حامل اہل علم تیار کرنے لگے۔

● **اجتہاد کے ذریعے قانون سازی:** اس کے بعد مولانا مودودیؒ نے اجتہاد کا صحیح طریقہ تفصیل سے بیان کیا اور آخر میں یہ بتایا کہ اجتہاد کو قانون کا مرتبہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ اس سلسلے میں انھوں نے درج ذیل چار صورتیں بیان کیں:

۱- ایک یہ کہ تمام امت کے اہلِ علم کا اس پر اجماع ہو۔

۲- دوسری یہ کہ کسی شخص یا گروہ کے اجتہاد کو قبولِ عام حاصل ہوجائے اور لوگ خود بخود اس کی پیروی شروع کردیں جس طرح فقہ حنفی وشافعی و مالکی وحنبلی کو قبولِ عام حاصل ہوگیا ہے۔

۳- تیسری یہ کہ کسی اجتہاد کو کوئی مسلم حکومت اپنا قانون قرار دے لے، جیسے ترکی کی عثمانی سلطنت نے فقہ حنفی کو اپنا قانونِ ملکی قرار دیا تھا۔

۴- چوتھی یہ کہ ریاست میں ایک ادارہ دستوری حیثیت سے قانون سازی کا مجاز ہو اور وہ اجتہاد سے کوئی قانون بنادے۔ ایسے ادارے میں مجتہد کی صفات رکھنے والے لوگ شامل ہوں۔

اپنے مقالے کے آخر میں مولانا مودودیؒ نے واضح کیا کہ اسلامی نظامِ قانون میں قاضیوں کے فیصلے ان خاص مقدمات میں تو ضرور قانون کے طور پر نافذ ہوتے ہیں، جن میں وہ کسی عدالت

نے کیے ہوں اور انھیں نظائر (Precedents) کی حیثیت بھی حاصل ہوتی ہے، لیکن صحیح معنوں میں وہ قانون نہیں ہوتے۔ اسلامی نظامِ قانون میں قاضیوں کے بنائے ہوئے قانون (Judge made Law) کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

مولانا مودودیؒ کی رائے کے مطابق اسلامی نظامِ قانون میں اس طرح کے فیصلے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

●**یونی ورسٹی لا کالج میں خطاب:** میں ۱۹۵۵ سے ۱۹۵۷ تک پنجاب یونی ورسٹی لا کالج کا طالب علم رہا۔ اس دوران میں لا کالج اسٹوڈنٹس یونین کے انتخاب میں پہلی مرتبہ اسلامی جمعیت طلبہ کا پینل کامیاب ہوا تھا۔ یونین نے لا کالج میں خطاب کے لیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو مدعو کرنے کا فیصلہ کیا۔ طلبہ کا جو وفد مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، مَیں بھی ان میں شامل تھا۔ ہم نے مولانا سے کالج میں خطاب کی درخواست کی تو مولانا نے بکمال شفقت دعوت قبول فرمالی اور فرمایا کہ آپ کس موضوع پر میری تقریر کرانا چاہتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ لا کالج کے طلبہ دو نکات پر آپ سے رہنمائی کے طالب ہیں۔ ایک تو آپ اسلامی قانون کے مآخذ بیان کریں جن میں سنت کے ماخذ قانون ہونے کی کھل کر وضاحت کی جائے کیونکہ فتنۂ انکارسنت نے سنت کی حجیت کے بارے میں بعض ذہنوں میں شکوک پیدا کر دیے ہیں۔ دوسرے یہ سوال بعض طلبہ کے ذہن میں موجود ہے کہ کیا جدید دور میں اسلامی قوانین قابل نفاذ ہیں اور پاکستان میں کیوں اسلامی قوانین نافذ ہونے چاہییں؟ اس سوال کی وضاحت مطلوب ہے۔ آپ اس سوال کا جواب دے کر طلبہ کو مطمئن فرمائیں۔

مولانا مودودیؒ نے طلبہ اسٹوڈنٹس لا کالج کی تقریب میں اپنے پون گھنٹے کے خطاب کو ان دو اُمور کی اچھی طرح وضاحت تک محدود رکھا۔

مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ اسلامی قانون کا سب سے پہلا اور اہم ماخذ قرآن مجید ہے جو اُنھی الفاظ میں محفوظ ہے جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ وہ عربی زبان میں اترا ہے جو ایک زندہ زبان ہے۔ وہ سراسر حق ہے اور اول تا آخر الٰہی تعلیمات سے لبریز ہے۔ اس کے اندر کلام الٰہی کے ساتھ انسانی کلام کی ذرہ برابر آمیزش نہیں ہوسکی ہے۔ وہ آسمانی ہدایات اور الٰہی تعلیمات

کا جدید ترین مجموعہ (Latest edition) ہے۔ ہر مسلمان کے لیے اصل سند اور حجت قرآن پاک ہے۔

اسلامی قانون کے دوسرے ماخذ کے بارے میں مولانا مودودیؒ نے زیادہ کھل کر وضاحت فرمائی کہ وہ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سنت سے ہی ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی ہدایات کو سرزمین عرب پر کس طرح نافذ کیا تھا؟ کس طرح اس کے مطابق ایک اسلامی معاشرہ اور ایک اسلامی ریاست قائم کی تھی؟ اسلامی ریاست کے مختلف شعبوں کو کس طرح چلایا تھا؟ سنت ہمارے دستوری قانون کا دوسرا اور بڑا اہم ماخذ ہے۔

مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ ایک عرصے سے ایک گروہ اس کی اہمیت کو کم کرنے اور اس کے قانونی حجت ہونے کے پہلو کا انکار کر کے لوگوں کے ذہنوں میں انتشار برپا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس لیے مولانا مودودیؒ نے سنت کے حجت ہونے پر خوب روشنی ڈالی۔

مولانا مودودیؒ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے رہبر، حاکم اور معلم بھی تھے، جن کی پیروی واطاعت قرآن کی رو سے تمام مسلمانوں پر لازم ہے اور جن کی زندگی کو قرآن نے تمام اہل ایمان کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام حیثیتوں میں مامور من اللہ تھے۔ اسی بنا پر اسلام کے قانونی نظام میں سُنّت کو قرآن کے ساتھ دوسرا ماخذ قانون تسلیم کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مولانا مودودیؒ نے قرآنی آیات کی روشنی میں تفصیل سے بتایا کہ رسول اکرمؐ بحیثیت شارح کتاب اللہ، بحیثیت پیشوا ونمونۂ تقلید، بحیثیت شارع، بحیثیت قاضی اور بحیثیت حاکم وفرماں روا ہمارے لیے قیامت تک واجب الاتباع ہیں۔

مولانا مودودیؒ نے سنت کے ماخذ قانون ہونے پر پوری امت کے اجماع کی تفصیل بھی بیان کی۔

مولانا مودودیؒ نے بتایا کہ تیسرا ماخذ خلافت راشدہ کا تعامل ہے۔ خلفائے راشدین نے جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ کی اسلامی ریاست کو چلایا، اس کے نظائر سے، روایات سے، حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور یہ سب چیزیں ہمارے لیے ایک نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی روشنی میں آج کے دور میں ایک اسلامی ریاست کو نہایت

خوبی سے چلایا جاسکتا ہے۔

چوتھے ماخذ قانون کے طور پر مولانا مودودیؒ نے بتایا کہ یہ مجتہدینِ اُمت کے وہ فیصلے ہیں جو انھوں نے مختلف دستوری مسائل پیش آنے پر اپنے علم وبصیرت کی روشنی میں صادر کیے تھے۔ یہ فیصلے اسلامی دستور کی روح اور اس کے اصولوں کو سمجھنے میں ہماری بہترین رہنمائی کرتے ہیں۔

اسلامی قانون کے چاروں مآخذ کی تشریح وتوضیح کے بعد مولانا مودودیؒ نے اس اعتراض کا اطمینان بخش جواب دیا کہ چودہ صدیاں پرانا اسلامی قانون جدید زمانے کی سوسائٹی اور سٹیٹ کی ضروریات کے لیے کس طرح کافی ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی قانون کی نام نہاد سختی اور فقہی اختلافات کے بہانے کا تسلی بخش جواب بھی انھوں نے دیا۔

مولانا مودودیؒ کے خطاب کے دوران لا کالج ہال میں بالکل خاموشی چھائی رہی اور لا کالج اور یونی ورسٹی کے دوسرے شعبوں کے طلبہ نے پوری توجہ سے ان کا خطاب سنا اور بعض لوگوں نے یہ ریمارک بھی دیا کہ پہلی دفعہ ایک عالم دین کو موضوع کے عین مطابق تقریر کرتے ہوئے سنا ہے۔ جس کے نتیجے میں طلبہ کو یکسوئی حاصل ہوئی ہے۔

● **بھٹو صاحب سے دو ملاقاتیں:** دسمبر ۱۹۷۱ء میں سقوط ڈھاکہ کے بعد فوجی جرنیلوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو جنرل یحییٰ خان کی جگہ پاکستان کا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر نامزد کیا تھا۔ صدارت کا منصب سنبھالنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد بھٹو صاحب نے مولانا مودودیؒ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان سے ملاقات کے لیے آنا چاہتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے اپنی طبعی انکساری کی وجہ سے یہ مناسب نہ سمجھا کہ صدر پاکستان کو اپنے گھر آنے کے لیے کہیں۔ چنانچہ انھوں نے پیغام بر کو جواب دیا کہ میں خود ان سے ملاقات کے لیے لاہور میں کسی مناسب جگہ پر جانے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر یہ طے ہوا کہ مولانا مودودیؒ بھٹو صاحب سے ان کی خواہش پر گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں ملاقات کرلیں۔ اس ملاقات کے لیے مولانا مودودی مرحوم ومغفور کے ساتھ میں گیا تھا۔ بھٹو صاحب کے ساتھ غلام مصطفیٰ کھر بھی جو اس وقت پنجاب کے گورنر تھے، اس کمرے میں آئے جس میں مولانا مودودیؒ کو ملاقات کے لیے بٹھایا گیا تھا۔ اس ملاقات میں بھٹو صاحب نے مولانا سے کہا کہ آپ عالم اسلام کے نامور عالم دین اور ماہرِ اسلامی قانون ہیں۔ میں بچے کھچے پاکستان کی

حکومت کو چلانے کے لیے آپ کے تعاون کا طلبگار رہوں کیونکہ ہماری پارٹی کے منشور میں یہ بات شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔

مولانا مودودیؒ نے کمال شان بے نیازی اور بڑی جرأت سے فرمایا کہ ''بھٹو صاحب آپ نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں سوشلزم کا نعرہ بلند کیا تھا''۔ آپ کے اردگرد نامی گرامی سوشلسٹ، ملحد اور لبرل افراد جمع ہیں اور حکومت میں شامل ہیں۔ ان لوگوں کی موجودگی میں، مَیں یا جماعت اسلامی کے لوگ آپ سے کس طرح تعاون کر سکتے ہیں؟

دوسری ملاقات ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی کے خلاف ملک گیر تحریک نظامِ مصطفیٰ کے دوران میں بھٹو صاحب نے مولانا مودودیؒ سے ان کے گھر ۵-اے ذیلدار پارک اچھرہ آکر کی تھی۔ اس ملاقات کی خبر جب منصورہ پہنچی تو مولانا جان محمد عباسی مرحوم جو اس وقت قائمقام امیر جماعت تھے، اچھرہ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو بھٹو صاحب مل کر جارہے تھے۔ مولانا عباسی مرحوم نے مولانا مودودیؒ سے عرض کیا کہ بھٹو سے آپ کی ملاقات کی خبر سے تحریک پر بُرا اثر پڑ سکتا ہے۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ آپ ابھی پریس کانفرنس میں بھٹو سے ملاقات میں ہونے والی گفتگو کا خلاصہ بتا دیں تاکہ ملاقات کی خبر کے ساتھ ہی کل کے اخبارات میں وہ گفتگو بھی لوگوں کے سامنے آجائے جو آپ نے بھٹو سے کی ہے۔ چنانچہ مولانا مودودیؒ رضامند ہو گئے اور اسی وقت ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں مولانا مودودیؒ نے ملکی اور بین الاقوامی پریس کو بتا دیا کہ بھٹو صاحب میرے پاس آئے تھے تو میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ بھٹو صاحب! اب تو تحریک اس نہج پر پہنچ گئی ہے کہ لوگ آپ کے سر کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس لیے آپ کے لیے بہتر یہ ہے کہ آپ وزارت عظمٰی سے استعفا دے کر نئے سرے سے شفاف اور منصفانہ انتخابات ہونے دیں، تاکہ قوم اپنے حقیقی نمائندوں کو منتخب کر کے پاکستان کی حکومت کی باگ ڈور ان کے حوالے کردے۔ اسی صورت میں ملک میں امن و امان بھی قائم ہوسکتا ہے اور آپ کی جان بھی بچ سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ بھٹو نے مولانا مودودیؒ کے اس مخلصانہ مشورے پر عمل نہ کیا۔